مار دھاڑ اور جدت پسند بیانیوں کا ظہور
اور انقلابی منہج کو درپیش فرسٹریشن

مضامین

حامد کمال الدین

ایک چیز عین ابتداء کے اندر واضح کر دی جائے۔ ہماری یہ معروضات نہ کسی 'تبلیغی' ڈسکورس سے پھوٹ کر آرہی ہیں (جسے سیاست سے کچھ سروکار نہیں) اور نہ کسی 'جہاد مخالف' ڈسکورس سے (جسے عالمِ کفر کی حالیہ یلغار کے ساتھ کوئی مسئلہ نہیں)۔ ہمارا فکری تعلق یقیناً اُس کیمپ سے ہے جسے مغرب اپنی کسی خاص غرض کے تحت 'پولیٹیکل اسلام' کا نام دیتا ہے اور جس کا درست نام ہمارے ہاں "سیاسۃ شرعیۃ" ہے۔ یعنی فی زمانہ عالم اسلام پر مسلط مغربی نظاموں سے خلاصی اور ان کی جگہ پر شرعِ محمدی کی حتی الوسع بحالی اور مسلم زندگی کی اس پر استواری۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ (اندرونِ عالمِ اسلام فرنٹ پر)۔ نیز ہمارا فکری تعلق اُس جہادی ڈسکورس سے ہے جسے ہم سہولتِ مبحث کے لیے کسی وقت 'عبد اللہ عزامؒ کی اکیڈمی' کہتے ہیں، یعنی مسلم مقبوضہ جات کو واگزار کرانے کے لیے جہاد، اور جو کہ متعدد مسلم خطوں کے اندر جاری ہے، مانند فلسطین، کشمیر، افغانستان وغیرہ۔ (بیرونی فرنٹ)

ہمارا قاری جانتا ہے، یہ دونوں فرنٹ ہم سے کس درجہ توجہ اور اہمیت لیتے ہیں۔ نیز ہم اِن دونوں محاذوں کو خلط بھی نہیں ہونے دیتے۔ ہمارے ڈسکورس میں دونوں کا اپنا اپنا محل برقرار رہتا ہے۔

انقلابی منہج کے سامنے دو راستے

البتہ "سیاسۃ شرعیہ" اور "انقلابی منہج" دو الگ الگ چیزیں ہیں، گو ان دونوں میں کچھ اشیاء مشترک بھی ہیں۔ ہیں یہ دو الگ الگ اپروچ باوجود اس کے کہ "سیاست" سے دونوں

بحث کرتے ہیں۔ دستیاب مواقع کو اسلامی ایجنڈا کے حق میں بہترین طور پر استعمال کرنا اور اِس راہ سے قوم کی اجتماعی زندگی کو اسلام کے تقاضوں کے ساتھ بقدرِ استطاعت ہم آہنگ کرتے چلے جانا "سیاسۃ شرعیۃ" ہی میں آتا ہے۔ اِس میں اور "انقلابی منہج" میں کیا فرق ہے، اس پر ہم ایک علیحدہ مضمون میں بات کر چکے۔ "انقلابی منہج" کے حوالے سے وہاں ہم دیکھ آئے، یہ اپنے اندر کچھ بے لچک قالب رکھنے کے باعث بالعموم ایک بند گلی پر پہنچتا ہے۔ جس کے بعد لازماً آپ کو ان دو میں سے کوئی ایک رخ اختیار کرنا ہوتا ہے:

1. ایک: نظرِ ثانی کا راستہ۔ جس میں آپ 'انقلابی' منہج سے واپسی کا راستہ لیتے اور بالعموم وہ روٹ اختیار کرتے ہیں جسے ہم "اصلاح بقدرِ استطاعت"[1] کا نام دیتے ہیں۔ یعنی دستیاب مواقع سے ہی اسلامی ایجنڈا کے حق میں جتنی خیر برآمد کروائی جا سکتی ہو کروانا اور 'پورے' کے انتظار میں 'جو ہو سکتا ہے' اُس سے ہاتھ نہ جھاڑ بیٹھنا۔ یہ چیز جسے ہم نے "اصلاح بقدرِ استطاعت" کہا، یقیناً **ایک صالح روٹ ہے بشرطیکہ اس کے پیچھے ایک غایت درجہ کی عقائدی پختگی اور ٹھیٹ پن کام کر رہا ہو**، جو کہ انقلابی جماعتوں میں کسی قدر محلِ نظر ہے۔ (بہت سی انقلابی جماعتیں تو 'عقیدہ' کا لفظ ہی سن کر تعجب سے دیکھتی ہیں کہ یہ ہوتا کیا ہے اور کس کام آتا ہے! ان کا زیادہ فوکس "ذاتی فہمِ قرآن" ہوتا ہے۔ اب اِس 'ذاتی' یا 'جماعتی' فہمِ قرآن کے ساتھ مجبوری یہ ہے کہ یہ اُن فکری و وِجدانی کیفیات پر انحصار کرتا ہے جو ایک آدمی یا ایک تنظیم پر اس وقت گزر رہی ہوں۔ یعنی 'دل کا دریا' آپ کے ہاں جس رخ پر بہتا ہے اُسی رخ کے

[1] اصلاح بقدرِ استطاعت یعنی 'دیے گئے حالات میں' ہی جو کچھ ممکن اور جو 'مواقع' میسر ہیں ان کو دینِ حق کے حق میں بہترین طور پر استعمال کرتے اور اسی میں ایک اعلیٰ کارکردگی دکھاتے چلے جانا۔ کل کیا ہوتا ہے، اسے کل پر چھوڑنا۔ البتہ آج کیا ہو سکتا ہے، اس معاملہ میں کوئی کسر باقی نہ رہنے دینا۔

استدلالات و استنباطات قرآن سے آپ پر 'کھلتے' چلے جاتے ہیں[2] اگرچہ آپ سمجھ یہ

---

[2] یعنی پہلے آپ ایک خاص فکری و وجدانی رخ اختیار کرتے ہیں اور اس کے بعد قرآن سے 'استدلالات' کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اور تب آپ کا وہ فکری و وجدانی رخ اور بھی تقویت پاتا ہے۔ ممکن نہیں کہ دنیا کا کوئی گروہ بغیر کچھ ابتدائی مقدمات اختیار کیے قرآن سے استنباط و استدلال کا سفر شروع کرتا ہو۔ پس سب سے اہم سوال یہی ہے کہ وہ **ابتدائی جہت** آپ کہاں سے پاتے ہیں؟ اسی کا نام درحقیقت 'مدرسہ' یا 'دبستان' یا 'عقیدہ' ہے۔ یہ چیز آپ متقدمین سے لے لیں یا متاخرین سے یا متجددین سے، مگر لینی آپ کو پڑے گی۔ اور کچھ نہیں تو خود اپنی ذات میں ہی آپ ایک 'مدرسہ' یا 'دبستان' یا 'عقیدہ' ہوں گے۔ اس کے یکسر بغیر البتہ آپ نہیں پائے جاسکتے۔ پس کوئی حلقہ یا تنظیم یہاں ایسی نہیں جو آپ کو ایک عدد 'مدرسہ' یا 'دبستان' یا 'عقیدہ' فراہم نہ کرتی ہو۔ یہ 'مدرسہ' یا 'دبستان' یا 'عقیدہ' ہی دراصل آپ کے 'فہمِ قرآن' کی ایک باقاعدہ ساخت کرنے والا ہوتا ہے، اگرچہ آپ کو لگے یہ کہ یہ تو خود قرآن ہے جس نے آپ کے اِن سب نظریات وافکار کی ساخت کر دی ہے۔ لہٰذا یہ سوال تو بے ضرورت ہے کہ آدمی کا کوئی 'عقیدہ' یا کوئی 'مدرسہ' ہونا چاہئے یا نہیں؛ یہ تو ہونا ہی ہونا ہے، اِس سے تو کوئی مفر نہیں۔ سوال آپ صرف یہ کیجئے کہ ایسا کوئی 'مدرسہ' یا 'عقیدہ' رکھنے کے معاملہ میں آپ متقدمین کے دستور کی پابندی کرتے ہیں یا آپ کا شجرہ اِس معاملہ میں آپ کے اپنے ہی دور اور اپنے ہی شہر پر ختم ہو جاتا ہے؟

سلف کا یہ کہنا کہ "پہلے ہم ایمان سیکھتے، پھر ہم قرآن سیکھتے، تب ہم ایمان میں اور بھی ترقی کرتے"، آج ہمارے لیے ڈھیروں غور کا متقاضی ہے۔ ایمان کی حقیقتیں مدرسہ 'صحابہؓ' سے سیکھنا، جو کہ آپ کے فہمِ قرآن کو ایک باقاعدہ جہت دے جاتا ہے، اِسی کو درحقیقت ہم تعلیمِ عقیدہ کہتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے کہا، یہ چیز آپ "پہلوں" سے نہیں لیں گے تو 'بعد والوں' سے لیں گے یا خود وضع کریں گے، چوتھی کوئی صورت نہیں۔

یہ ایک علیحدہ سے بے حد اہم مضمون ہے جو ایقاظ میں مختلف جہتوں سے دہرایا جاتا ہے۔

رہے ہوں کہ آپ کے نظریات تو براہِ راست قرآن سے ماخوذ ہیں، نیز اس سے متصادم نظریات تو صاف قرآن سے متصادم ہیں! یہ ایک واقعہ ہے کہ یہاں کے مختلف فکری گروہ اپنے اپنے 'رجوع الی القرآن' کے دوران کچھ بنیادی ترین امور میں ایک دوسرے سے متعارض استدلال فرمارہے ہوتے ہیں؛ باوجودیکہ دونوں کے ہاتھ میں جو قرآن ہے وہ ایک ہے! جس کے باعث، ہر دو فریق کے پاس کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ وہ ایک دوسرے کو یا تو 'متعصب' گردانیں جو اپنی 'غلط رائے' چھوڑنے پر آمادہ نہیں یا ایک دوسرے کے فہم کو قرآن 'غور سے' نہ پڑھنے کا نتیجہ قرار دیں!)۔ ایسے عقائدی ٹھیٹ پن کی غیر موجودگی میں، "اصلاح بقدرِ استطاعت" کے روٹ پر چل پڑنے کی صورت میں، خدشہ یہ ہوتا ہے کہ جیسے جیسے حالات، جیسا جیسا ماحول، جیسی جیسی فضا اور جیسی جیسی جذباتی کیفیت ان کو ہر ہر مرحلے کے اندر پیش آتی جائے گی ویسی ویسی تبدیلیاں اِن کے اپنے فکری پیراڈائم کے اندر رونما ہوتی چلی جائیں گی؛ یہاں تک کہ اِن مصلحین ہی کو بالآخر کچھ سے کچھ بنا چھوڑیں گی۔[3] نتیجتاً، یہ

---

[3] مثلاً یہ حضرات اپنے 'انقلابی' دور میں جمہوریت کو دورِ حاضر کا کفر عظیم گردانیں گے۔ یا کم از کم بھی اسے شدید باعثِ تنقید جانیں گے۔ لیکن کسی سبب سے اگر یہ فیصلہ کرلیں کہ جمہوریت کی بنیاد پر بننے والے ایوانوں میں اِن کو بہر حال کوئی فائدہ مند کردار ادا کرنا چاہئے... تو کچھ دیر بعد شاید آپ ان کو 'جمہوریت' کا ایک بہترین ایڈووکیٹ بنا ہوا بھی دیکھیں! (جیسا کہ ہماری برصغیر کی تحریک اسلامی کے بعض سرکلز کا حال رہا)۔ کہیں پر ایک اسلامی حلقے کو آپ 'سیکولرزم' کا دفاع کرتے ہوئے بھی دیکھیں (جیسا کہ جناب رجب اردگان کو اخوانِ مصر کو مشورہ دیتے وقت ملاحظہ کیا گیا)۔ یہ جو چیز ہے، بظاہر کچھ لوگوں کو یہ "دستیاب مواقع کو لینے" یا "اصلاح بقدرِ استطاعت" کا منہج اختیار کرنے کا نتیجہ نظر آئے گا۔ جو کہ درست نہیں۔ ہماری نظر میں، یہ ہے نتیجہ فکری

صلابت (عقائدی ٹھوس پن) کی کمی کا؛ جو کہ شروع سے تھی لیکن عمل کے میدان میں اترنے کے ساتھ سامنے آگئی۔ ہاں یہ (فکری ٹھیٹ پن کی کمی) البتہ قدم قدم پر 'حالات' کے اثرات کو قبول کرنے کی صورت میں اپنا ظہور کرے گی۔ عربی میں اس کیفیت کو تمیُّع کہتے ہیں، یعنی مائع پن، کیونکہ 'مائع' کی اپنی کوئی شکل نہیں ہوتی، مائع جن ظروف میں ڈالا جائے گا اس کی وہی شکل ہو جائے گی۔ ایک بے لحاظ حد تک ٹھیٹ فکری پیراڈائم رکھے بغیر اِس (اصلاح بقدرِ استطاعت) والے کوچے کا رخ کرنا البتہ نمک کی کان میں نمک ہو جانے پر منتج ہو سکتا ہے، یہ ہم مانتے ہیں۔ بلکہ ہمارا کیس ہی یہ ہے۔ **عقیدہ میں صلابت جبکہ عمل میں آسان روی** معاشرے کی سرزمین پر پیش قدمی میں آپ کو بہترین توازن دیتی ہے۔ عمل میں آسان روی نہ ہو تو آپ بیٹھے رہتے ہیں؛ چل نہیں پاتے، اور وقت گزاری ہوتی ہے۔ عقیدہ میں صلابت نہ ہو تو آپ اپنی راہ چلنے کی بجائے کسی کی راہ چلنے لگتے ہیں۔ پس نہ ایسا بیٹھنا اچھا جو آپ کے عقیدہ کو معاشرے میں راستہ بنا کر نہیں دے سکتا۔ اور نہ ایسا چلنا اچھا جو آپ کے اپنے عقیدہ اور اپنے ایجنڈا کی پیش قدمی نہیں۔

(بات مجموعی رویے کی ہو رہی ہے۔ ورنہ ایسا نہیں ہے کہ فکری مفاہمت compromise in ideology کا راستہ چلنے والی جماعتوں میں کوئی خیر ہے ہی نہیں اور کامیاب ہونے کی صورت میں یہ امت کے لیے کوئی بھلا لے کر نہیں آئیں گی۔ ظاہر ہے ہماری گفتگو کا سیاق یہاں کچھ اور ہے۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ اگر یہ جماعتیں عمل میں تو صرف "ممکن" تک ہی محدود رہیں اور اس معاملہ میں ہرگز نہ تو کوئی جلد بازی کریں اور نہ ہمت سے بڑھ کر کوئی بوجھ اٹھائیں اور نہ دستیاب مواقع کو ناں کریں البتہ اپنے نظریات میں زیادہ سے زیادہ ٹھیٹ رہیں اور اِس احاطہ میں مغربی مصنوعات کو پاس نہ پھٹکنے دیں تو یہ کومبی نیشن combination ان شاءاللہ کمال نتائج دے سکتا ہے۔ بلکہ ہم کہیں گے، یہ کومبی نیشن جس قدر بڑھیا ہو گا اتنے ہی بڑھیا نتائج دے گا۔ گو کچھ نہ کچھ نتائج ہر اسلامی جماعت ہی، اپنی پیش قدمی ہو جانے کی صورت میں، آپ کو دے

حضرات ماحول اور فضا کی اُتنی صورت گری shaping نہیں کریں گے جتنی کہ ماحول اور فضا اِن کی کر دے گی۔ یہ حالات کو اُتنا ٹھیک نہیں کریں گے جتنا کہ حالات اِن کو 'ٹھیک' کر دیں گے۔ یہاں تک امکان ہوتا ہے کہ آپ ماحول اور فضا ہی کے ہو جائیں۔ جو کچھ ٹھوس فکری مواقف اپنے 'دورِ انقلاب' میں آپ رکھا کرتے تھے وہ رفتہ رفتہ 'حالات' کی نذر ہو کر نری 'تاریخ' بن جائیں؛ اور آپ اپنے اُس تمام فکری اثاثے سے ہلکے پھلکے ہو کر نرے 'حالات' کے پیروکار۔ لٰہذا **فکری پیراڈائم میں اگر ایک غایت درجے کی صلابت اور ٹھیٹ پن پیدا کر لیا گیا ہو اور یہاں پر فکری نقل مکانی کے اسباب تلف کر لیے گئے ہوں، جو کہ ڈھیروں محنت کا متقاضی ہے... تو "اصلاح بقدرِ استطاعت" کو "انقلابی منہج" کے مقابلے پر ہم یقیناً ایک راست ترین منہج باور کرتے ہیں۔**

2. دوسرا: جمود stagnancy کا راستہ۔ جس میں آپ اپنے آپ کو سمجھاتے ہیں کہ 'پورے نظام' کو سر تا پیر تبدیل کر دینے (انقلاب) اور اِس سے کم کسی بات کو ہاتھ نہ لگانے کا جو ایک ہدف آپ نے اپنی جدوجہد کے لیے بہت عشرے پہلے مقرر کیا تھا... باوجود اس کے کہ دُور دُور تک اِس کے پورا ہونے کی کوئی عملی صورت نظر نہیں آتی، اور واقع میں یہ ایک نہایت غیر حقیقی یا غیر عملی ہدف یا ایک بند راستہ dead end ہی

گی۔ اس لیے ہم اس کی مدد و اعانت تو اسلام دشمنوں کے مقابلے پر ہر حالت میں ہی کریں گے، خواہ وہ پاکستان کی کوئی دینی جماعت ہو یا ترکی کی یا مصر کی۔ البتہ عمل میں اس کی پیش قدمی کی حمایت و تائید کے ساتھ ساتھ اس کے فکری پیراڈائم کو زیادہ سے زیادہ خالص اور ٹھیٹ رکھنے کی اہمیت کو بھی اجاگر کریں گے کہ کومبی نیشن combination اصل میں یہ ہی ہے: عمل میں: صرف وہ جو ہو سکے۔ اور نظریے میں: صرف وہ جو ہونا چاہئے)۔

دکھائی دیتا ہے، لیکن آپ کے لیے چونکہ یہ ایک 'عقیدہ' کا مسئلہ ہے لہٰذا آپ تو ایسے ہی کسی واقعہ کے انتظار میں رہیں گے خواہ یہ جب بھی ہو، اور نہیں ہوتا تو نہ ہو، اِس سے ہٹ کر اپنائے جانے والے راستے البتہ غلط اور خلافِ شریعت ہیں اور یہی ایک راستہ درست و حقیقی راستہ ہے۔ مگر یہ محض اپنے آپ کو سمجھانے والی بات ہوتی ہے۔ عملاً آپ اپنی توقعات کے ساتھ ایک واضح سمجھوتہ کر چکے ہوتے ہیں اور آپ کے سب رویے اور معمولات اسی کی خبر دے رہے ہوتے ہیں، جسے جانچنے کے لیے ایک ہلکا سا نفسیاتی تجزیہ کفایت کرتا ہے۔ یعنی کھڑا پانی جس کے بحر کی موجوں میں اب وہ اضطراب نہیں۔ وہ بے قابو ولولے جو ابتدائی عشروں میں کہیں سے پھوٹ پھوٹ کر آرہے تھے اور ایک صاف طغیانی کا پتہ دیتے تھے، اب کسی 'بھاری پتھر' کے ساتھ سمجھوتہ کر چکے ہوتے ہیں، اگرچہ عبارتیں آپ کے ہاں وہی کی وہی ہوں۔ معاملات کا نظریاتی ہی نہیں، نفسیاتی جائزہ بھی آپ کو بہت سے فائدہ مند نتائج تک پہنچاتا ہے۔ سیلاب کا پانی چڑھتے وقت اپنی کہانی خود کہتا ہے تو اُترتے وقت بھی آپ ہی اپنی زبان ہوتا ہے، اور ہر دو واقعہ کا فرق بے حد نمایاں۔ اِس اترتے پانی کا حل بہرحال آپ کے پاس نہیں ہوتا خواہ اپنے آپ کو سمجھانے اور شروع دن کے اسباق کا اعادہ کرنے میں کتنا ہی زور صرف کر رکھا گیا ہو۔ غرض ہر دن گزرنے کے ساتھ آپ منظر سے ہٹتے چلے جاتے ہیں خواہ اپنی ایک بند دنیا میں کتنی ہی چہل پہل اپنے ارد گرد پائیں۔ دیکھنے والا صاف اندازہ کر سکتا ہے کہ اب یہاں وقت گزاری ہے خواہ جتنی کر لیں؛ عمل کا راستہ یہاں سراسر مفقود ہے۔ عمل کا راستہ یا تو پہلا ہے (جس کے ہم بھی مؤید ہیں؛ اور اصلاح و تبدیلی کے لیے کوئی اور راستہ اندریں حالات ہماری نظر میں نہیں ہے)، یا پھر وہ جسے ''راستہ'' کہنا ہی نہیں چاہئے کہ وہ 'عمل' سے بڑھ کر تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے، اور اس سے کسی اصلاح کی توقع رکھنا آخری درجے کی نادانی، یعنی مار دھاڑ، جس کا کچھ ذکر آگے آرہا ہے۔

ماردھاڑ اور اس کا جوابی بیانیہ.. انقلابی منہج کی فرسٹریشن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے

''انقلاب'' اپنے رونمانہ ہونے کی صورت میں بعض لوگوں کو ''جمود'' کی جانب دھکیلتا ہے، جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا۔ اور یہ جمود البتہ کچھ جذباتی نفوس میں فرسٹریشن اور بے چینی بھی پیدا کر دیتا ہے۔

یہاں پہنچیں.. تو ایک 'ماردھاڑ' کا بیانیہ آتا ہے اور ایک اس کا 'جوابی بیانیہ'۔ دونوں ایک دوسرے سے بھیانک۔ نیز ایک دوسرے سے باقاعدہ تقویت پانے والے۔

ماردھاڑ کا بیانیہ کہتا ہے: دیکھا سیدھی انگلی سے گھی نکالنے کا نتیجہ! انگلی ٹیڑھی کیے بغیر چارہ ہی نہیں۔ آؤ ہمارے ساتھ، بندوق اٹھاؤ اور خون کا ایک کھیل شروع کرو۔

یہاں اس کا 'جوابی بیانیہ' آتا ہے: دیکھا 'انقلاب انقلاب' کرنے کا نتیجہ! یہ ساری خونریزی دراصل تمہاری وجہ سے ہوئی ہے۔ نہ تم 'اسلامی ریاست' یا 'اسلامی حکومت' کا نام لیتے اور نہ نوجوان اس کے لیے طاقت کے استعمال پر اترتے۔ جب تم پُراَمن طریقے سے اپنا یہ خواب پورا نہ کر سکے تو انہوں نے غیر پُراَمن طریقوں کا سہارا تو لینا ہی تھا (استدلال!!!) اصل قصور یہ خواب دکھانے والوں کا ہوا (ہو سکے تو مودودیؒ کو قبر سے جا کر پکڑو!) نہ یہ خواب تم دکھاتے اور نہ یہ نوجوان اس سے اگلا کوئی قدم اٹھاتے!

غرض انقلابی بیانیہ تھا: پُراَمن عوامی راستوں سے ایک اسلامی انقلاب برپا کرنا:

- 'ماردھاڑ بیانیہ' کا حملہ ہوا اس کے پہلے حصے پر، یعنی پرامن عوامی راستوں کے تصور پر اور وہ اس کی جگہ 'بندوق' لے آیا۔
- 'جوابی بیانیہ' کا حملہ ہوا اس کے دوسرے حصے پر، یعنی خود انقلاب ہی کے مقصد اور غرض وغایت پر۔ اس کا کہنا تھا، اصل فساد یہاں ہے۔ اور یہ اس کی جگہ 'مغربی ریاست' کو قبول کروانے کی فرضیت لے آیا۔ بلکہ جو شخص آج 'مغربی ریاست'

کو قبول نہ کرے اس کو قریب قریب گردن زدنی بھی قرار دینے لگا۔(اپنی افتاد میں یہ 'جوابی بیانیہ' بھی اتنا ہی فاشسٹ ہے جتنا کہ وہ 'مار دھاڑ بیانیہ')۔

غرض ان دونوں بیانیوں کے نتیجے میں ہمارا امن بھی گیا(یہاں تک کہ ہمارے بہت سے مسلم ملکوں کی سالمیت خطرے میں پڑ گئی) اور ہمارا اسلامی ریاست کا تصور بھی دریابُرد ہوا۔ خدانخواستہ ہم ملک سے بھی گئے اور اسلام کی عملداری سے بھی!

انقلابی منہج کو اگرچہ ہم اون own نہیں کرتے لیکن انقلابی منہج کے ساتھ یہ دونوں بیانیے مل کر جو ہاتھ کرنا چاہتے ہیں، بلکہ پورے اسلامی (روایتی) سیکٹر کا جو حشر کرنا چاہتے ہیں، اس پر تنبیہ البتہ ضروری ہے۔

'مار دھاڑ بیانیہ' پر ذرا آگے چل کر ہم بات کریں گے۔ البتہ 'جوابی بیانیہ' کی یہ موقع پرستی جو وہ ''اسلامی ریاست'' یا ''اسلامی حکومت'' کے تصور کو 'فساد کی اصل جڑ' قرار دینے کے لیے سامنے آتی ہے اور اس پر تمام عالمی فورمز کی تائید و نصرت کے مزے لوٹتی ہے... اس پر چند کلمات کہہ دینا ضروری ہے:

ان لوگوں کا بیانیہ یہ ہے کہ نہ آپ مغربی ریاست کو غلط کہتے اور اسلامی شریعت کی مکمل عملداری کی تحریک اٹھاتے اور نہ یہ نوجوان تمہارے اس خواب کو پورا کرنے کے لیے خونیں راستوں کا رخ کرتے۔ ہم ان سے کہتے ہیں: بھائی تم ہمارے مغربی ریاست کو غلط کہنے سے جی بھر کر اختلاف کرو، واللہ کوئی مسئلہ نہیں۔ ہمارے شریعتِ اسلامی کی مکمل عملداری کو فرض ٹھہرانے پر جیسے مرضی سوال اٹھاؤ۔ ہم اس پر تمہارے ساتھ بات کر سکتے ہیں۔ تم ہمیں اس پر غلط کہو اور ہم تمہیں اس موضوع پر غلط گردانیں، یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ اور نہ افکار کی دنیا میں یہ کوئی انہونی چیز۔ لیکن ہمارے ''اسلامی ریاست'' یا ''شریعت کی مکمل عملداری'' کے اِس کیس کو تمہارا فساد کی جڑ اور خونریزی کا اصل موجب قرار دینا اگر تمہارے کسی کینہ (حِقدِ دفین) پر محمول نہ بھی کیا جائے تو اس کی سطحیت بہرحال اپنی مثال

آپ ہے۔ آؤ ہم تمہیں بتائیں، کیسے۔ بس یہی آئینہ ہم تمہارے سامنے رکھ دیتے ہیں:

چلو ریاست کے ''اسلامی'' ہونے کو تم فرض نہیں کہتے یا شاید درست بھی نہیں سمجھتے۔ ٹھیک ہے۔ لیکن ریاست کے ''جمہوری'' ہونے کو تو فرض یا ضروری کہتے ہو؟ کسی بیرونی قبضے سے آزادی حاصل کرنے کی 'بات' کرنے کو تو حق جانتے ہو؟ تو کیا اگر کسی ملک میں کچھ جذباتی لوگ ''جمہوریت'' کے لیے ہتھیار اٹھالیں تو اُس خونریزی کی ذمہ داری آپ قبول کریں گے؟ کہیں مارشل لا کے خلاف کوئی 'الذولفقار' نکل آئے اور ملک بھر میں تخریب کاری کرتی پھرے، یا کہیں بادشاہت کے خلاف کوئی 'انقلابِ فرانس' اٹھ کھڑا ہو جو ہزاروں یا لاکھوں کی جان لے لے، یا بیرونی قبضے سے آزادی کے لیے کوئی سبھاش چندر بوس ہتھیار اٹھالے... تو اس پر آپ کو پکڑ لیا جائے؟ اس لیے کہ آپ 'مارشل لا' کو یا 'بادشاہت' کو یا 'بیرونی اقتدار' کو اصولاً مسترد کرتے ہیں اور اس کی جگہ پر ایک 'مقامی' یا 'جمہوری' حکومت کے قیام کو اصولاً ضروری گردانتے ہیں؟ اور کیا آپ کے اس بیانیے سے قاعدہ یہ اخذ کیا جائے کہ: دنیا میں جو بھی شخص کسی طرزِ ریاست کو مسترد کرے اور اس کی جگہ کسی دوسرے طرزِ ریاست کو لازم قرار دے... تو اگر اس کے مسترد کردہ نظام کو گرانے اور اس کے تجویز کردہ نظام کو قائم کرنے کا نعرہ لگا کر کسی وقت کوئی سر پھرا گروہ ہتھیار اٹھالیتا ہے (اور اِس راہ سے، دانستہ یا نادانستہ، خود اُس شخص کے کیس کو ہی تباہ و برباد بھی کر دیتا ہے) تو اس تمام خونریزی کا ذمہ دار بہر حال اُسی پہلے شخص کو قرار دیا جائے گا جس نے ایک نظام کو غلط اور اس کی جگہ کسی دوسرے نظام کو ضروری کہنے کی ایک پُر امن بات کر دی تھی؟ یعنی ایک سر پھرے گروہ کے ہاتھوں اِس بھلے مانس کا ایک پُر امن کیس لُوٹا بھی گیا اور اُس لُوٹنے والے کی سب غارت گری کی چٹی بھی اب یہی دے گا؟ وہ اُس سے بھی مار کھائے اور آپ سے بھی، اس لیے کہ اس نے کسی نظامِ موجودہ status quo کو غلط کہنے کا پاپ کر لیا تھا! اگر قاعدہ یہی ہے تو پھر صاف لفظوں میں یہ کیوں نہ کہا جائے کہ معاملہ دراصل کسی اسلامی یا غیر اسلامی ریاست کا سرے سے نہیں

ہے، بلکہ ایک سٹیٹس کو کے خلاف آواز اٹھانا ہی درحقیقت "فساد" کی بناڈالنا ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ سٹیٹس کو اسلامی ہے یا جمہوری یا استبدادی یا بادشاہی یا مارشل لائی یا مغربی یا مشرقی یا جنوبی یا شمالی۔ سٹیٹس کو جیسا بھی ہے، اس پر ایمان لانا بجائے خود فرض ہے اور اس کو مسترد کرنا بجائے خود فساد! یعنی مطلق دینِ اکبری!

غرض اس سے بودا بیانیہ شاید نظریات کی تاریخ میں کبھی نہ پایا گیا ہو۔ بخدا، اگر عالمی سٹیٹس کو کی یہ ایک ناگزیر ضرورت نہ ہوتا اور اِس کی پزیرائی کرانے کو ایسی دیوہیکل ابلاغی مشینری مسخر نہ ہوتی تو ایسا 'نکتہ' نکال لانے والے پر دنیا صرف ایک قہقہہ لگانے کی روادار ہوتی۔ مگر میڈیائی قوت کا کرشمہ ہے کہ "اسلامی ریاست" کے بیانیہ کے خلاف اب یہ ایک برہانِ قاطع ہے جس کا جواب کسی کے پاس نہیں! بھائی اِس کا جواب فی الواقع نہیں!

یعنی آدمی چیختا رہ جائے کہ ایک طرزِ ریاست کو مسترد کرنے اور اس کی جگہ ایک دوسرے طرزِ ریاست کو قائم کرنے کی بات میں نے سو فیصد پُرامن بنیادوں پر کی تھی اور اس معاملہ میں تشدد میرے ہاں سو فیصد مذموم ہے، جس پر میری پوری تحریک اور میرے زبان و بیان کا ہر ہر انداز شاہد ہے... آزادیِ افکار کے چیمپئن عباقرہ کی جانب سے مگر اس کو ایک ہی جواب دیا جائے گا: افکار کی دنیا میں یہی تو اصل جرم ہے!

غرض اصول تو ہے یہی، البتہ لاگو یہ صرف "اسلامی ریاست" کی بات کرنے والوں پر ہو گا۔ دنیا میں تبدیلی کی یہ بس ایک ہی صدا لائقِ قدغن ہے؛ باقیوں کے لیے یہ مکمل دورِ آزادی ہے!

*****

جہاں تک ماردھاڑ والے منہج کا تعلق ہے... تو انقلابی جماعتوں کا بلاشبہ کبھی اِس راہ سے سروکار نہیں رہا۔ نہ انہوں نے اپنے 'آئندہ کسی مرحلہ' کے طور پر ہی کبھی اِس منہج کی تبلیغ کی ہے۔ یہ بات حقیقتاً سراہنے کے لائق ہے، جس کی آج بھی قدر نہیں کی جا رہی۔ ان

(انقلابی) جماعتوں کی کل امید اور وابستگی عوامی عمل سے رہی ہے؛ اور زمانہ اِس پر شاہد۔ مایوس سے مایوس کن حالات بھی انہیں اس سے نہ ہٹا سکے۔ ان جماعتوں میں اپنے ملک کے لوگوں اور اداروں کے ساتھ امن پسندی و خیر خواہی کے رویے شروع سے لے کر آج تک ایک حقیقت ہیں۔ میڈیا کے ظالم ایک طرف پاکستان کی تاریخ کا خلاصہ کرتے ہوئے "مُلا مِلٹری الائنس" کی پھبتی کستے ہیں۔ دوسری طرف ان دینی جماعتوں پر ملک دشمنی کا ملبہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں (یہ ایک الگ بات کہ ملک کے اِن 'دردمندوں' میں سے بہت سوں کی اپنی تاریخ روس اور پھر اب بھارت اور امریکہ کی کاسہ لیسی سے عبارت ہے)۔ جہاں تک واقعہ ہے تو یہاں کی تقریباً سبھی اسلامی انقلابی جماعتیں ہر مشکل گھڑی میں ملکی اداروں کے ساتھ کھڑی نظر آئی ہیں خواہ وہ کسی بیرونی دشمن کے مقابلے پر ہو یا کسی قدرتی آفت یا کسی اندرونی بحران سے نمٹنے کے معاملے میں۔ اور یہ معاملہ آج تک برقرار ہے۔ اور اپنے لوگوں پر تو یہ سب جماعتیں ہمیشہ فدا ہوتی ہیں۔ اِن ملکوں کا کچھ نہ کچھ سنوارا گیا ہوگا تو اِنہی اسلامی جماعتوں کے دم سے؛ سیکولر پارٹیوں نے تو آج تک اجاڑا اور کھایا ہے۔ مشرقی پاکستان اور پھر کشمیر میں اِن کی قربانیاں تصور سے باہر ہیں۔ پچھلے کچھ عرصہ سے بہت سے مسلم ممالک میں رونما ہونے والے عسکریت پسند ڈسکورس کو بھی نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام بھر میں پائی جانے والی اسلامی انقلابی جماعتوں نے بلاشبہ رد ہی کیا ہے اور ان کے منہج کی کبھی تائید نہیں کی ہے۔ اس لحاظ سے یہ انقلابی جماعتیں ان حالیہ عسکریت پسند رجحانات سے قطعی بریءالذمہ ٹھہرتی ہیں۔ رہی وہ فرسٹریشن frustration جو ایک بند راستے dead end پر ہونے کی وجہ سے انقلابی منہج پیدا کر دیتا ہے... اور جس سے یہ عسکریت پسند اپنے بیانیہ کو تقویت دینے کے لیے ایک موقع پاتے رہے ہیں تو یہ معاملہ سٹیٹس کو کو رد کرنے والی کسی بھی پُرامن سے پُرامن دعوت کے ساتھ پیش آسکتا ہے، جیسا کہ 'جوابی بیانیہ' کے رد میں پیچھے گزر چکا۔

پھر اگر 'فرسٹریشن' کی بات ہے... تو خود یہ عسکریت پسندی اپنی نہاد میں انقلابی منہج کی نسبت ایک کہیں زیادہ بند راستہ ہے۔[4] کئی ملکوں میں ڈھیروں نقصان کروا لینے کے بعد لوگوں

---

[4] **ایک اشکال:**

مسلم ملکوں کے اندر عسکریت پسندی militancy within the Muslim lands کو آپ نے ایک راستہ بند راستہ کیونکر کہا جبکہ ایک عسکریت پسند جماعت نے عراق کے اندر آپ کو حکومت حاصل کر کے دکھا دی۔ لہٰذا آپ اس کے نظریات سے جو بھی اختلاف رکھیں، اس کے راستے کو ایک بند راستہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟

جواب:

ہم جو منہج آج تک تجویز کرتے آئے ہیں اس میں ہم **مسلمانوں کے اندرونی فرنٹ** (مانند مصر، الجزائر، پاکستان، سعودی عرب وغیرہ) **پر عسکریت کو مسترد کرتے ہیں**۔ البتہ وہ **مسلم ممالک** جہاں صیہونی یا صلیبی افواج حملہ آور ہیں یا جہاں غاصب ہندو اپنی افواج کے ساتھ اتر آیا ہے وہاں ہم قتال فی سبیل اللہ کو برحق نیز امت کے احیائے نو کے حق میں نہایت مؤثر جانتے ہیں۔ اب ظاہر ہے عراق بھی ان ملکوں میں تھا جہاں ملتِ صلیب اپنے لاؤلشکر سمیت آن اتری تھی۔ لہٰذا یہاں **ابتدائی طور پر** جو قتال ہوا وہ ہمارے تجویز کردہ منہج کے مطابق ہی ٹھہرتا ہے۔ یہی قتال جوان ہوتے ہوتے بالآخر اس بات کا سبب بنا کہ یہاں لڑنے والی جماعتوں میں سے ایک جماعت کی حکومت بھی قائم ہو جائے۔ ورنہ سوال یہ ہے کہ صدام کے زمانے میں کوئی جماعت ایسا کیوں نہ کر پائی؛ اور اس کے لیے بیرونی قبضہ کار کے ہاتھوں پیش آنے والی صورتحال ہی کیوں مساعد ہوئی؟ لہٰذا صلیبی یا صیہونی یا ہندو افواج کے مقابلے پر ہونے والا جہادی عمل ہماری نظر میں عمل پسند مسلمانوں کے لیے بلاشبہ کچھ غیر معمولی مواقع لے کر آتا ہے۔ پس عراق کی مثال تو ہماری بات کو غلط ٹھہرانے کے لیے دلیل نہ بنے گی۔ ہاں یہ ہماری ایک اور بات کی تصدیق کر سکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ چونکہ اس جماعت میں مصر، الجزائر، پاکستان وغیرہ ایسے اندرونی فرنٹ پر قتال کرنے کے نظریات ہی حاوی رہے تھے اس لیے عراق وشام میں بھی بہت سے

کو یہ بات سمجھ آئی کہ یہ عسکریت پسندی انہیں کسی بھی ہدف پر پہنچانے والی نہیں۔ (علاوہ اس بات کے کہ یہ اصولاً ایک بے حد غلط راستہ ہے)۔ تاہم 'فرسٹریشن' جس چیز کا نام ہے وہ کسی منطقی طرز فکر کو خاطر میں لانے کی گنجائش بہت کم چھوڑتی ہے اور ایک بار تو بہر حال نقصان کروانے کا موجب بنتی ہے۔ علاوہ اس بات کے __ جو کہ اس معاملہ کا سب سے تشویشناک پہلو ہے __ کہ انقلابی منہج کی عدم نتیجہ خیزی دیکھ کر تو چلیے آپ نے عسکریت پسندی میں اس کا 'متبادل' ڈھونڈنا چاہا البتہ جب ایک بھاری نقصان کروالینے کے بعد عسکریت پسندی بھی آپ کا کوئی ہدف سر نہیں کروا پاتی تو 'متبادل' کہاں ڈھونڈا جائے گا؟ حق یہ ہے کہ وہ فرسٹریشن جو ایک ملک میں عسکریت پسندی کی تباہ کاریاں دیکھ لینے کے بعد پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ ایک گھٹاٹوپ اندھیرا چھا جاتا ہے، معاشرے کی سطح پر تب جو آپ سے آپ ایک 'متبادل' سامنے آتا ہے وہ غامدیت یا وحید الدین خانیت یا مدخلیت / جامیت[5] نما آفتوں کا نزول ہوتا

مسلمان گروہوں کے ساتھ اس کا ایک اندرونی محاذ کھل گیا، جس سے معاملہ بہت زیادہ متنازعہ و دگرگوں ہو گیا۔ ورنہ اگر مسلمانوں کے ساتھ وہاں کوئی محاذ نہ کھولا جاتا تو بیرونی قبضہ کاروں کے مقابلے پر مسلمانوں کی اِس کامیابی کو، جو اِس آپس کی خونریزی سے بھی بچی ہوتی، ہم اُسی طرح ذکر کرتے جس طرح ملا عمر کے جہاد کو۔

[5] عرب دنیا کی دو شخصیات ربیع ہادی المدخلی اور محمد امان الجامی سے منسوب 'سٹیٹس کو' سے چمٹ رہنے اور اس کو ڈارھوں سے دبا رکھنے کی داعی ایک تحریک یا ایک ذہنیت۔ عرب دنیا کے لیے اس کے پاس کیسے شگوفے ہیں اس کا اندازہ کرانا تو شاید اس مختصر مقام پر مشکل ہو، البتہ برصغیر کی جانب اس کے جن ناقابل ذکر داعیوں کا رخ ہوا ہے وہ یہاں کی تبلیغی جماعت تک سے راضی نظر نہ آئیں گے اور جماعتِ اسلامی، تنظیم اسلامی اور جماعۃ الدعوۃ وغیرہ تو صاف صاف ان کے کاغذوں میں 'خوارج' قرار پاتے ہیں، کیونکہ یہ اپنے اپنے ملک کے 'ولی الامر' کی بیعتِ شرعی میں نہیں! یہاں تک کہ نجانے کن بنیادوں پر ذاکر نائیک ایسے داعیوں کو مفسدین میں گنتے ہیں!

ہے، جس کا حملہ وہاں کے مذہبی اذہان پر ہوتا ہے، اور جو کہ عام لوگوں کی سطح پر معاشرے کو لبرلائز کر دینے کے لیے ایک پل کا کام دیتا ہے۔

یہ ایک واقعہ ہے اور براہِ کرم اس کو خصوصی طور پر نوٹ کیا جائے کہ:

جب تک انقلابی جماعتوں کی اپیل عروج پر رہی تب تک یہاں کے دین پسند پڑھے لکھوں میں المورد و وحید الدین ایسی آوازوں کا یوں غلغلہ نہیں ہوا تھا بلکہ تقریباً کوئی اِنہیں نہ پوچھتا تھا۔ حالانکہ یہ منحنی آوازیں پہلے بھی یہاں موجود ہی رہی تھیں؛ آج یکدم بہر حال نہیں آ گئیں (مقبول یکدم اب ہوئی ہیں)۔ لیکن اب جب انقلابی ڈسکورس کسی حد تک پس منظر میں چلا گیا اور عسکریت پسندی کا آہنگ اس کی نسبت بلند ہوا تو یکلخت یہاں المورد وغیرہ کا بھی طوطی بولنے لگا۔ بلکہ فی الوقت آپ کو دو ہی 'بیانیے' میدان میں نظر آتے ہیں: یا مار دھاڑ یا غامدیت۔ (موخر الذکر، لبرلزم کی راہ ہموار کرنے کا ایک اسلامی فکری اوزار)۔ ہماری نظر میں المورد وأخواتُها کی یہ غیر معمولی پزیرائی اِسی عسکریت پسندی کی مرہونِ منت ہے جس نے ان کو مقبولیت کے کچھ غیر طبعی مواقع دے ڈالے۔ آخر کیسے ہو سکتا تھا لبرل ایجنڈا کے زیر تحریک کام کرنے والے چینل یہ موقع ہاتھ سے جانے دیتے اور ملکی تاریخ کے اِس عظیم خلا کے موقع پر ایسے 'اصل اسلام' بیان کرنے والوں کو ہاتھوں ہاتھ نہ لیتے! المورد کی دریافت پر کوئی ان لبرلز کا خوشی سے چہکنا دیکھے! تاریخ انسانی میں پنسلین کی دریافت بھی شاید ہی اتنی 'بروقت' کہی جا سکتی ہو جتنی کہ عالمِ اسلام کی تشکیلِ نو کا تاریخی پراجیکٹ لانچ کرتے وقت 'المورد' کی دریافت! آپ خود تصور کر لیں آج کی اِس دنیا میں المورد نہ ہوتا تو لبرل ایجنڈا کو مطلوب 'اسلامی' دلیلوں کا بندوبست کہاں سے ہوتا!

کلاسیکل منہج پر رہنا آپ کو اِس پورے گنجلک سے کفایت کرتا۔ واللہ الموفق